Oriental College Magazine, Vol.102, No. 03, Serial No. 385, 2026

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کی شاعری میں جنگ کے خلاف مزاحمت کا بیانیہ

افتخار احمد

پی ایچ۔ڈی سکالر (اُردو)، منہاج یونیورسٹی لاہور

تنویر غلام حسین، پی ایچ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، سکول آف اردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Anti-War Narratives in the Poetic Discourse of Abul Ijaz Hafeez Siddiqui

Iftikhar Ahmed
PhD Research Scholar (Urdu)
Minhaj University, Lahore

Tanveer Ghulam Hussain, PhD
Assistant Professor of Urdu
School of Urdu, Minhaj University, Lahore

Abstract

This article examines the anti-war resistance narrative in the poetry of Abul Ijaz Hafeez Siddiqui, a distinguished voice in Urdu literature whose verses are profoundly imbued with human pathos, the horrors of armed conflict, and an earnest longing for peace. Drawing upon both his nazms and ghazals, the study analyzes how Hafeez Siddiqui responded to catastrophic events of the twentieth century, particularly the atomic bombings of Hiroshima and Nagasaki and the prolonged dispossession of the Palestinian people, transforming collective grief into powerful literary protest. His poetry demonstrates how the poet foregrounded the suffering of women, children, and the natural world to heighten the moral urgency of an anti-war stance. The article further argues that Hafeez Siddiqui advocates for knowledge as a force for human welfare rather than destruction. He also satirizes powerful countries for their failure to stop wars.

Keywords:
Abul Ijaz Hafeez Siddiqui, Palestinian people, Hiroshima, Nagasaki, Anti-war stance

اردو شاعری میں جنگوں کے خلاف مزاحمت کی تاریخ پرانی ہے لیکن پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کی دیگر زبانوں کے شعرا کی طرح اردو کے ادیبوں اور شاعروں نے بھی جنگ کی ہولناکیوں پر شدت اور سنجیدگی سے سوچنا اور جنگ کے خلاف لکھنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں ترقی پسند شعرا خاص طور پر تحسین کے لائق ہیں کہ انھوں نے دنیا میں ہونے والی جنگوں کے خلاف آواز بھی اٹھائی اور استعماری طاقتوں کو آئینہ بھی دکھایا جنھوں نے تعمیر کے نام پر دنیا میں تخریب کاری شروع کر رکھی تھی۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ اور ناوابستہ شاعروں میں راشد (۱۹۱۰۔۱۹۷۵ء)، فیض (۱۹۱۱۔۱۹۸۴ء)، مجید امجد (۱۹۱۴۔۱۹۷۴ء)، ساحر لدھیانوی (۱۹۲۱۔۱۹۸۰ء) اور احمد فراز (۱۹۳۱۔۲۰۰۸ء) نے بھرپور انداز میں جنگ کی وجوہات اور جنگ کی تباہ کاریوں پر براہ راست اور علامتی دونوں انداز میں بھرپور مزاحمت کی۔ ایسی ہی ایک سنجیدہ مزاحمت ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کی شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی (۱۹۳۰۔۲۰۰۶ء) کی اردو ادب میں شہرت "کشاف تنقیدی اصطلاحات" اور "اوزان اقبال" یا "تفہیم و تحسین شعر" کی بدولت ہے لیکن ان کا ایک شعری مجموعہ "بابا بالک اور بجوگ" کے نام سے ۱۹۸۹ء میں اوکاڑا سے شائع ہوا۔ اس شعری مجموعے میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ ہندی بحر میں کی گئی شاعری میں جہاں اور بہت سی خوبیاں موجود ہیں وہیں جنگ کے خلاف اور امن کے حق میں چند نظمیں اور غزل کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ جس سے حفیظ صدیقی کی انسان دوستی ابھر کر سامنے آتی ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں کہیں براہ راست اور کہیں علامتی انداز میں جنگ کی ہولناکیوں کو موضوع بنایا ہے۔ تاہم اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کہیں بھی شعریت مجروح نہ ہونے پائے۔

شاعر کسی بھی سماج کا نباض ہوتا ہے۔ وہ جس آنکھ سے معاشرے کو دیکھتا ہے عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ معاشرے میں بہتر اقدامات کی ستائش کرتا اور معاشرے کو تباہ و برباد کرنے والے اعمال پر تنقید کرتا ہے۔ سماج کا شاعر پر اور شاعر کا سماج پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ جس سے معاشرہ اور شاعری دونوں کا ارتقا ہوتا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے بھی سماج کا گہرا مطالعہ اور مشاہدہ کیا اور اپنے تجربات و مشاہدات کو شاعری کے روپ میں معاشرے کے سامنے پیش کیا چونکہ وہ درس و تدریس کے ساتھ بھی منسلک رہے اس لیے بطور معلم بھی معاشرے میں بہتر اقدار کے فروغ کی ذمہ داری کو محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے بطور معلم اور شاعر اپنے فریضے کو احسن طریقے سے نبھایا۔ ان کے سماجی شعور کے بارے میں راؤ اختر علی خان لکھتے ہیں:

"حفیظ صدیقی کی نظموں کا سب سے اہم موضوع اس دنیا میں پھیلا ہوا "آشوب" ہے۔ جو معاشرے کی عدم تقسیم اور نر ناری کے درمیان جذباتی عدم مطابقت سے پیدا ہوا ہے۔ پوری دنیا اس کے حصار میں ہے۔ حفیظ صاحب کی نظم شکستہ گھروں کا نوحی، اجڑی ہوئی بستیوں کی بازگشت، جیون کے ہزاروں جتن، بیس سال تک پھیلی ہوئی یک طرفہ محبتوں کا رونا ہے۔ ان اداسیوں کا بیان ہے جو اب مزاج میں اتر چکی ہیں۔ ان تمناؤں کا نوحہ ہے جن سے مفر بھی نہیں اور جن کے بر آنے کا امکان بھی نہیں۔ ذات کے آشوب انھیں اجماع کے دکھوں کا احساس دلاتے ہیں وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہونے والے مظالم کو اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔"(۱)

حفیظ صدیقی کی شاعری میں دنیا میں ہونے والی جنگوں کے بارے میں خاص طور تشویش پائی جاتی ہے۔ انھوں نے ایک طرف دنیا میں ہونے والی جنگوں کے بھیانک نتائج اور انسانوں کی جانوں کے ضیاع پر افسوس کیا ہے وہیں مستقبل میں جنگوں کے اندیشوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ انھوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی میں انسانیت کے ساتھ کیے گئے کھلواڑ پر گریہ زاری کی ہے اور فلسطین کی طویل ترین بے گھری پر اقوام عالم کے کرتوں دھرتوں سے سوال کیے ہیں۔ حفیظ صدیقی دنیا کی بدلتی ہوئی صورت حال پر گہری نظر رکھتے تھے اس لیے انھیں اندیشہ تھا کہ مستقبل قریب میں دنیا کے لوگ کشت وخون کا بازار گرم کریں گے اور اپنے ہاتھوں اپنی نسل معدوم کرنے پر تل جائیں گے۔ بدقسمتی سے ان کی پیش گوئی آج ہمیں مختلف جنگوں کی صورت میں پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ حفیظ صدیقی کی نظموں "بے گوروکفن"، "ایک رومال کی تلاش"، "سجھاؤ"، "دو جنگوں کے بیچ"، "نامنظور سندیسا" اور "فلسطین کی گوری" میں جنگ کی ہولناکیوں کا بیان ملتا ہے۔ ڈاکٹر فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

"آج کوئی ایک ملک نہیں پوری دنیا جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ دو عالمی جنگیں ہو چکی ہیں اور تیسری کا خطرہ ہمہ وقت انسانیت کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے۔ حفیظ صدیقی اس خطرے کو بھانپ کر خاموش نہیں رہ سکے بلکہ انھوں نے اس اجتماعی انسانی دکھ پر رنج وغم کا اظہار نظم و غزل کے پیرائے میں کیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ہیروشیما پر گزرنے والی تباہی ان کے حساس ذہن میں ایک گونگ بن کر رہ گئی ہے۔"(۲)

"بے گوروکفن" ایک ایسی ہی نظم ہے جس میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرنے والے ایٹمی بموں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اس نظم میں بچوں کے سکول پر بم گرانے کی مذمت سے نظم کی حساسیت دوچند ہو گئی

ہے۔ وہ سکول تو دوبارہ آباد ہو گیا لیکن اس پر بم گرانے والا ننگ انسانیت اور قابل نفرت قرار پایا جس کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے جسے دفنانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ نظم ''ایک رومال کی تلاش میں'' ہیروشیما کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں بم گرانے والے کو کسی اور سیارے کی مخلوق قرار دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ اپنے تو ایسی درندگی نہیں دکھاتے۔ نظم میں معصوم بچی کے ذکر سے حساسیت پیدا کی گئی ہے۔ اور اس رومال کی تلاش کا ذکر ہے جس پر اقوام عالم کے نام درد بھرا پیغام ہو جسے پڑھ کر دنیا ہوش کے ناخن لے اور قتل و غارت گری سے باز آجائے۔ حفیظ صدیقی کی نظم ''ایک رومال کی تلاش'' کی چند سطریں ملاحظہ کیجیے:

ہیروشیما کی گڑیا کے ہاتھ میں تھا رومال
اس کے کھوج میں گزریں بیراگی کے ماہ و سال
شاید اس پر لکھا ہو کوئی درد بھرا پیغام
انسانوں کے نام
میرے تیرے نام(۳)

اسلام میں علم نافع کے حصول کی تلقین کی گئی ہے۔ ایسا علم جو انسانوں کے لیے فائدے کے بجائے نقصان پہنچائے اس سے منع کیا گیا ہے۔ انسانوں نے بھی علم اور ٹیکنالوجی کے ذریعے فائدے کے بجائے نقصان کی راہیں نکال لی ہیں۔ ایسے میں حفیظ صدیقی ''بجھاؤ'' لکھ کر علم کے درست استعمال کا طریقہ سکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاداب پہاڑی پہ جہاں میزائل نصب ہے وہاں سبز مہکتی چائے اگائی جاسکتی ہے جسے پی کر صدیوں کی تھکن اتاری جاسکتی ہے۔ ''دو جنگوں کے بیچ'' ایک ایسی نظم ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ انسان نے جنگوں کے ذریعے انسانوں کے ساتھ ساتھ معصوم پرندوں اور جانوروں کا قتل کر کے فطرت کو مسخ کر دیا ہے۔ جنگ سے پہلے جہاں غزال چوکڑیاں بھرتے اور خرگوش ڈیرے ڈالے تھے وہاں ایٹمی تنصیبات کا گھیرا ہے۔ حفیظ صدیقی کو فطرت سے بے حد لگاؤ اور کی تباہی کا انتہائی رنج ہوتا تھا۔ وہ تباہی جنگوں سے ہو یا جدیدیت کے نام پر۔ حفیظ صدیقی کی فطرت سے محبت کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے:

''پھر میری چشم تصور نے دیکھا کہ بڑے بڑے کوہ پیکر بلڈوزر یادوں کی اس جنت کو ڈھانے کے لیے بڑھے آرہے ہیں۔ ایک ننھے منے خرگوش نے اپنی گول گول آنکھوں سے ان مشینی دیووں کو حیرت سے دیکھا ہے اور سہم کر اپنے بھٹ میں گھس گیا ہے، مگر بلڈوزر کے

نہیں۔ ہزاروں بھنبیریاں ہیلی کاپٹروں کی طرح بلڈوزروں کے اوپر منڈلا رہی ہیں اور بزعم خویش انھیں روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ جس طرح تنکا سمندر سے ہو سر گرم ستیز، مگر ان کی مقاومت بے سود اور صدا بہ صحرا اجابت ہو رہی ہے۔۔۔ سرکنڈوں کا جنگل کٹ رہا ہے۔ اب بلڈوزروں نے اس ٹیلے پر ہلا بول دیا ہے، خرگوش کہیں ملبے میں دب گیا ہے۔ "وی" لرزنے لگی ہے۔ اس سے آگے کچھ سوچنے کی تاب نہ تھی۔ کون دیکھے گا بہاروں کا پریشاں ہونا۔"(۴)

حفیظ صدیقی کی نظم "نامنظور سندیسا" میں ایک شاعر اپنی محبوبہ سے صرف اس لیے شادی نہیں کرتا کہ جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور وہ اسے بیوہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ خدانخواستہ شاعر یہاں جنگ میں شمولیت کا اظہار نہیں کر رہا بلکہ وہ جنگ کا گمنام ایندھن بن جانے کے امکان پر نوحہ کناں ہے۔ "ایک مستزاد" میں بھی شاعر جنگ کے خوف سے محبت ترک کر دیتا ہے۔ "فلسطین کی گوری" میں فلسطینیوں پر برس ہا برس سے جاری ظلم و ستم پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے اور اقوام متحدہ سمیت دنیا کے بڑے ممالک کو شرم دلائی گئی ہے کہ ان غریب بچوں پر ترس کھائیں اور انھیں گھر جیسی نعمت سے لطف اٹھانے کا موقع دیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اس نے آج تک کسی کا قصیدہ نہیں لکھا لیکن اگر امن عالم کے سربراہان فلسطین کو آزادی جیسی نعمت عطا کریں تو وہ وہ انکا قصیدہ بھی لکھنے کو تیار ہے۔ حفیظ صدیقی کی نظم "فلسطین کی گوری" کے آخری تین شعر ملاحظہ کیجیے:

اونچے جھنڈوں والے ملکو! ایک ذرا سی نیکی
اونچے طرّوں والے پنچو! قلم کی ایک روانی
شاید اپنے دیس پہنچ کر مہکیں اس کی سانسیں
شاید اس کی آنکھیں چمکیں پی کے دیس کا پانی
مجھ مغرور کوِی نے اب تک لکھا نہیں قصیدہ
لیکن پنچو! میں لکھوں گا آپ کے عدل کی بانی(۵)

جنگوں کے مضر اثرات کے بارے میں اردو شعرا نے حسب توفیق اپنا حصہ پیش کیا ہے۔ راشد، فیض، مجید امجد، ساحر لدھیانوی، احمد فراز اور دیگر ترقی پسند اور غیر ترقی پسند شعرا نے اس بارے میں تواتر کے ساتھ لکھا ہے۔ حفیظ صدیقی نے بھی جنگوں کے خدشات اور ان کی ہولناکیوں کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے بچوں، عورتوں اور چرند پرند کے ذکر سے حساسیت میں اضافہ کیا ہے۔ وہ علم کو بربادی کے ہتھیار بنانے

کے بجائے آبادی کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال میں لانے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ انھوں نے بم گرانے والوں اور جنگوں کا سامان کرنے والوں کو ننگ آدمیت قرار دیا ہے اور سربراہان عالم سے درخواست کرتے ہیں کہ فلسطین سمیت دنیا کے تمام علاقوں میں جنگ بندی کر کے انسانوں کو جینے کے بہترین مواقع فراہم کیے جائیں۔

حفیظ صدیقی محبت کرنے والے اور امن سکون سے زندگی بسر کرنے ولے فنکار ہیں۔ انھوں نے زندگی کے راستوں پہ ہمیشہ پھونک پھونک کر قدم رکھے کہ کہیں ان کی ذات سے کسی کو ٹھیس نہ پہنچ جائے۔ ایسا حساس فنکار جو پیڑ پرندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے اشرف المخلوقات انسان کی عظمت و توقیر کا بھی دل سے قدر دان ہوتا ہے۔ حفیظ صدیقی نے زندگی میں بہت سی تکلیفیں اور رنجشیں جھیلیں لیکن کبھی صبر و رضا اور امن و آشتی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ وہ امن کے عالم کے داعی تھے۔ عام زندگی میں لڑائی جھگڑے سے دور رہتے اور اسی طرح جنگوں سے بھی سخت نفرت کرتے تھے۔ ان کی اسی حساسیت کی وجہ سے نظموں اور غزلوں میں جنگ کے خلاف بھرپور مزاحمت پائی جاتی ہے۔ امجد علی شاکر لکھتے ہیں:

> "ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے حسن کا چہرہ ہی نہیں دیکھا اس کے باطن میں موجود محرومیوں کا سراغ بھی لگایا ہے اور اس کے دامن میں چبھے کانٹوں کو اپنی پلکوں سے چننے کی کوشش کی ہے۔ نینوں کو صرف تیر چلاتے ہی نہیں دیکھا نیر بہاتے بھی دیکھا ہے۔ وہ نیر جو طبقات میں تقسیم معاشرے، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں میں منقسم دنیا، جنگوں کے مہیب خطرات کے بادلوں گھرے کرۂ ارض کے باسیوں کا مقدر ہو کر رہ گئی ہے۔"(۶)

حفیظ صدیقی نے دوسری عالمی جنگ کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جس کا اظہار ان کی مختلف نظموں میں ہوا ہے۔ اسی طرح پاک بھارت جنگیں اور دنیا کے مختلف خطوں میں ہونے والی جنگوں کی تباہ کاریوں نے انھیں انسانیت کو سسکتے ہوئے دیکھا۔ جس پر ان کا شدید رد عمل غزل کے شعروں کی صورت میں سامنے آیا۔ انھوں نے جس پہاڑی کو برف کی چادر اوڑھے دیکھا تھا وہاں غراتے جنگی طیاروں کو اترتے دیکھ کر تلملا اٹھے۔ انسان نے جدیدیت کے نام پر دوسروں کے وسائل پر قبضہ کرنا شروع کیا اور فطرت کو مسخ کر کے رکھ دیا جبکہ حفیظ صدیقی جیسے شاعر فطرت سے محبت کرنے والے اور اس دنیا کو جنت ارضی بنانے کا جذبہ رکھتے ہیں اس لیے جنگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ امن عالم کے دشمنوں پر یہ کہ طنز

کرتے ہیں کہ جنگ سے ہر چنگیز نقشہ بدل سکتا ہے لیکن سچے انسانوں کی طرح جی کے دکھاؤ تو پتہ چلے۔ حفیظ صدیقی کا شعر ملاحظہ کیجیے:

برف کی چادر اوڑھ کے لیٹی تھی جہاں ایک پہاڑی
آج اترتے ہیں وہاں غرّاتے جنگی طیّارے(۷)

حفیظ صدیقی نے شدت سے محسوس کیا ہے کہ جنگوں سے خواتین اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ انھوں نے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ ہوتے دیکھا۔ انھوں نے دیکھا کہ گولی بارڈر پہ چلتی ہے لیکن کلیجہ گھر بیٹھی ماں کا چھلنی ہوتا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے شعروں میں جنگ سے متاثرہ عورتوں کے دکھوں کو دل کھول کے بیان کیا ہے۔ انھوں نے لام کے وحشی دیو کو پریوں کے پر نوچتے اور تیغوں کی جھنکار میں پائل کی جھنکار کو ڈوبتے دیکھا۔ انھوں نے کعبے کی دیوار سے لپٹی ماں کو بیٹے کی جنگ سے واپسی کی دعائیں مانگتے دیکھا تو گوری کو باپ کے آنگن سے ڈولی اٹھنے کی دعائیں دینے لگے۔ وہ جنگ کے بادل دیکھ کر گوری کو گہنا پاتا اکٹھا کرنے اور بچوں کو پاس بلانے کی تلقین کرتے ہیں۔ عائشہ اصغر لکھتی ہیں:

> ”حفیظ صدیقی کی شاعری میں جنگ اور جنگ کی وحشت کا بیان جابجا ملتا ہے۔ غزلوں میں وہ جنگ کو عورتوں کی بربادی کا باعث قرار دیتے ہیں۔ وہ جنگ سے اور اس کے ہولناک اور بھیانک نتائج سے خوف زدہ دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جنگوں میں شکست کھانے والوں کی عورتوں کو ہمیشہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ حفیظ صدیقی کی جنگ سے نفرت اور خوف کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ملک کی عورتوں کی یہ بربادی نہیں دیکھ سکتے۔“(۸)

یہودیوں نے گریٹر اسرائیل کے خواب کی تکمیل کے لیے دنیا کو دوزخ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ ایک طرف انھوں نے سرمایہ دارانہ اور صارفانہ نظام معیشت سے دنیا کی شہ رگ کو اپنے پنجے میں جکڑ رکھا ہے دوسری طرف امن و امان کے نام جنگ کے ذریعے دنیا کو دوزخ بنا رکھا ہے۔ سب سے زیادہ مظالم فلسطین کے لوگوں پر ڈھائے جا رہے ہیں۔ حفیظ صدیقی نے مختلف نظموں میں فلسطین پر ہونے والے مظالم پر آواز بلند کی ہے۔ غزل کے ایک شعر میں انھوں نے اسرائیلی مظالم کو تلمیحانہ انداز میں پیش کیا ہے اور دنیا کے پنچوں سے امن کی استدعا کی ہے۔ حفیظ صدیقی کا شعر ملاحظہ کیجیے:

اک جھاڑی کی اوٹ میں صدیوں سے بیٹھا ہوں تنہا
کب روکو گے پنچو! اسرائیل کی گولہ باری(۹)

دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کی تنظیم بھی بنائی گئی جس کا مقصد دنیا کو جنگ سے بچانا تھا۔ اس ادارے کی تشکیل پر مسلمانوں کو بہت سے اعتراضات ہونے کے باوجود انھوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اگرچہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم مسلمانوں کی وجہ سے نہیں ہوئی اور نہ مسلمان ممالک براہ راست ان کا حصہ بنے پھر بھی اسلام دشمنی کی آگ دیگر مذاہب کے پنچوں کے سینوں میں بھڑکتی رہی۔ اقوام متحدہ کا ادارہ یہودی سرمایہ دار اسرائیل اور امریکہ کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کے کے رہ گیا۔ جس کی مثالیں فلسطین، کشمیر، عراق، ایران، افغانستان اور دیگر کمزور ممالک کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک سے واضح ہوتی ہیں۔ حفیظ صدیقی بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ اقوام متحدہ کا ادارہ اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ہو گیا ہے۔ اسی لیے حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

میرے سر پر سے جب گزریں راکٹ اور طیارے
زخمی فاختہ کو میں جھوٹی خبروں سے بہلاؤں(۱۰)

حفیظ صدیقی کی نظموں اور غزلوں میں جنگ کی ہولناکیوں اور ان کے خلاف مزاحمت واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں جابجا جنگوں سے فطرت کی تباہی پر ماتم اور گریہ زاری کی ہے۔ جنگوں کے نتیجے میں عورتوں کے دکھ درد کو شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ بیٹوں کی عافیت کے لیے دعائیں مانگتی ماؤں کی اشک شوئی کی ہے۔ جنگ پر تلے ہوئے چنگیزوں پر طنز کیے ہیں اور انھیں سچے انسانوں کی طرح جینے کا مشورہ دیا ہے۔ فلسطین اور دیگر اقوام پر اسرائیلی جارحیت کی مذمت اور دنیا سے ان مظالم کی روک تھام کی درخواست کی ہے حفیظ صدیقی نے سر پر منڈلاتے ہوئے جنگی جہازوں کو دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ کی ناکامی کا نوحہ بھی بیان کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) راؤ اختر علی خان،ابولاعجاز حفیظ صدیقی:شخصیت و فن، (مقالہ برائے ایم اے۔ اردو)بہاولپور:جامعہ اسلامیہ ۱۹۹۲ء،۳۵

(۲) محمد فخر الحق نوری، توضیحات،(لاہور:پنجاب یونیورسٹی، مئی ۲۰۰۰ء)،۲۴۰۔

(۳) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،بابابالک اور بجوگ، (اوکاڑا:ادب خیمہ،۱۹۸۹ء)،۶۴۔

(۴) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،یادوں کی دھول، (لاہور:سانجھ پبلی کیشنز،اشاعت دوم، ۲۰۱۱ء)،۲۹۳۔

(۵) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،بابابالک اور بجوگ،۱۶۷۔

(۶) امجد علی شاکر،"فلیپ" مشمولہ،بابابالک اور بجوگ(از ابوالاعجاز حفیظ صدیقی)

(۷) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،بابابالک اور بجوگ،۱۰۶۔

(۸) عائشہ اصغر،"بابابالک اور بجوگ" از حفیظ صدیقی کا فکری و فنی جائزہ،(مقالہ برائے بی۔ ایس اردو)، اوکاڑا:یونیورسٹی آف اوکاڑا،۲۰۲۴ء،۵۶۔

(۹) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،بابابالک اور بجوگ،۱۰۳۔

(۱۰) ایضاً،۱۴۴۔

References

(۱) راؤ اختر علی خان،ابولاعجاز حفیظ صدیقی:شخصیت وفن، (مقالہ برائے ایم اے۔ اردو)بہاولپور:جامعہ اسلامیہ ۱۹۹۲ء،۳۵

(1) Rao Akhtar Ali Khan, Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi: Shakhsiat – o – fun, Thesis for MPhil Urdu, (Bahawalpur: The University of Bahawalpur, 1992), p.35.
(2) Muhammad Fakhrul Haq Noori, Tauzehat,(Lahore: University of the Punjab, 2000), p240.
(3) Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi, Baba Balik aur Bjog, (Okara: Adab Khiema 1989), p.64.
(4) Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi, Yadoon Ki Dhool, (Lahore: Sanjh Publications 2011), p.293.
(5) Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi, Baba Balik aur Bjog, p.167.
(6) ibid, Flap Dr. Amja Ali Shakir.
(7) Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi, Baba Balik aur Bjog, p.106.
(8) Ayesha Asghar, "Baba Balik aur Bjog" by Hafeez Siddiqi ka Fikri wa Funai Jaiza, Thesis for BS Urdu, (Okara: University of Okara, 2024), p.56.
(9) Abu Al – Ijaz Hafeez Siddiqi, Baba Balik aur Bjog, p.103.
(10) ibid, p.144.

❖❖❖